محمد وسیم اختر مفتی

عمر بن عبدالعزیز

عمر بن عبدالعزیز آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم کے جڑواں بھائی عبدشمس کی اولاد میں سے تھے۔ آپ ۶۱ھ (۶۸۱ء) میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عبدالعزیز کافی عرصہ مصر کے گورنر رہے۔ چنانچہ عمر کو اپنا لڑکپن مصر میں گزارنے کا موقع ملا۔

عمر دبلے پتلے اور گندم گوں تھے۔ آپ کی فطرت سلیمہ بچپن ہی سے نمایاں تھی۔ بڑے شوق سے دینی علوم سیکھے۔ والد نے مزید تعلیم کے لیے مصر سے شام بھیجنا چاہا، لیکن عمر نے مشورہ دیا کہ بہتر اور مفید صورت مدینے جانا ہے، اس لیے کہ وہاں کئی صحابہ اور تابعین موجود ہیں۔ والد نے خدام کے جلو میں شہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھیج دیا۔ صالح بن کیسان کی ذمہ داری لگائی اور ہدایت کی کہ عمر کی نمازوں کا خاص دھیان رکھنا۔ آپ اپنی عمر کے لڑکوں کے بجائے زیادہ تر بزرگوں کی صحبت میں رہے۔ تمام محدثین اور فقہا سے استفادہ کیا۔ ان میں سے انس بن مالک، عبداللہ بن جعفر، سائب بن یزید، سہل بن سعد، سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، ابوسلمہ بن عبدالرحمان، یحییٰ بن قاسم اور عامر بن سعد کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

محنت اپنا رنگ لاتی ہے۔ عمر بن عبدالعزیز بھی مجتہد ہو گئے۔ سب علما نے انھیں ثقہ اور فقیہ مانا۔ احمد بن حنبل فرماتے ہیں، عمر کے سوا کسی تابعی کا قول حجت نہیں۔

صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ اللہ جس طرح اس لڑکے کے دل میں جاگزیں ہے، شاید ہی کسی کے دل میں ہو۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد کے پیچھے نماز پڑھی اور فرمایا: اس نوجوان کا نماز پڑھانے کا طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ آپ سجدہ اور رکوع طویل کرتے، جبکہ قیام اور قعدہ مختصر

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

رکھتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنے شیخ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے خاص طور پر مانگ کر وہ پیالہ لیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے تھے۔ اساتذہ کی اچھی تربیت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ مشہور فقیہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بھی آپ کے استاد تھے۔ انھیں معلوم ہوا کہ بنو امیہ کے اکثر افراد کی طرح عمر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ جب وہ ان سے پڑھنے گئے تو انھوں نے غصے سے پوچھا: تمھیں کیسے پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر سے راضی ہونے کے بعد پھر ناراض ہو گیا ہے؟ عمر کو بات فوراً سمجھ میں آ گئی۔ کہا: میں اللہ سے اور پھر آپ سے معافی چاہتا ہوں، بخدا آیندہ ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ہمیشہ ادب و احترام سے لیا۔

اس نیک فطرت کے ساتھ عمر بن عبد العزیز ٹھاٹ باٹ سے رہتے، عمدہ لباس پہنتے، خوش بو لگا کر رکھتے اور تن کر چلتے۔ آپ ۸۵ھ تک مدینہ میں مقیم رہے۔ جب والد کی وفات ہوئی تو آپ کے چچا عبد الملک بن مروان جو خلیفہ تھے، آپ کو دمشق لے گئے اور اپنی بیٹی فاطمہ سے آپ کی شادی کر دی۔ یہ وہی فاطمہ ہیں جن کے بارے میں کہا گیا:

بنت الخلیفة و الخلیفة جدھا   اخت الخلائف و الخلیفة زوجھا

''یہ فاطمہ ایک خلیفہ (عبد الملک) کی بیٹی ہے، اس کا دادا مروان خلیفہ تھا، یہ خلیفوں (ولید، سلیمان، یزید اور ہشام) کی بہن ہے اور اس کا خاوند (عمر بن عبد العزیز) بھی خلیفہ ہے۔''

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

۸۷ھ میں جب عبد الملک کے بعد ولید خلیفہ بنا تو اس نے اپنے بہنوئی عمر بن عبد العزیز کو حجاز (مکہ، مدینہ اور طائف) کا گورنر مقرر کر دیا۔ اپنے پیش رو گورنروں کے برخلاف، جو مستبدانہ حکومت کرتے تھے، آپ نے دس متقی فقہا کی مجلس مشاورت بنائی۔ اس میں فقہاے سبعہ (سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، خارجہ بن زید، عبید اللہ بن عبد اللہ، قاسم بن محمد، ابوبکر بن عبد الرحمان اور سلیمان بن یسار) کے علاوہ ابوبکر بن سلیمان، سالم بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن عامر شامل تھے۔ آپ نے کہا: میں نے تمھیں ایسے کام کے لیے بلایا ہے، جس کا تمھیں اجر ملے گا۔ تم حق کے مددگار بن جاؤ، میرے کارندوں کی کڑی نگرانی کرو۔ ان میں سے کوئی بے انصافی یا زیادتی کرتا دکھائی دے تو تمھیں اللہ کا واسطہ ہے، مجھے بے خبر نہ رکھنا۔ آپ سعید بن مسیّب کی بات ہرگز رد نہ کرتے۔ وہ بھی عمر بن عبد العزیز کے سوا کسی حاکم کے پاس نہ جاتے تھے۔ سلیمان بن یسار عمر سے مل کر آئے۔ ابو نضر نے پوچھا کیا پڑھا کر آئے ہو؟ انھوں نے کہا، عمر ہم سے زیادہ عالم ہیں۔ مجاہد کا کہنا تھا: ہم عمر کو سکھانے جاتے، مگر الٹا ان سے سیکھ کر آتے۔ میمون

فرماتے ہیں: علما عمر کے سامنے شاگردوں کی طرح محسوس ہوتے۔

۹۲ھ میں ولید کے کہنے پر آپ نے مسجد نبوی کو وسیع کیا اور حجرۂ رسول کو مسجد میں شامل کر دیا۔ آپ کے دور میں ایک ناخوش گوار واقعہ بھی پیش آیا۔ آپ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے خبیب کو خلیفہ کے کہنے پر کوڑے لگوائے اور سردی میں کھڑا کر دیا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ اس حادثے نے آپ کی طبیعت پر گہرا اثر ڈالا۔ جو آپ کی تعریف کرتا، اسے کہتے: مجھے خبیب کے قتل کی سزا سے کون بچائے گا۔ کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ گورنر عراق حجاج بن یوسف آپ کو سخت ناپسند کرنے لگا۔ اس لیے کہ حجاج کے مظالم سے تنگ آ کر لوگوں نے حرمین میں پناہ لینا شروع کر دی تھی۔ چنانچہ حجاج کے اصرار پر آپ کو ۹۳ھ میں حجاز کی گورنری سے معزول کر دیا گیا، لیکن کوئی انتقامی کارروائی نہ کی گئی۔ آپ مدینے سے نکلے تو آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ شہر نبوی کا رخ کیا اور اپنے غلام مزاحم کو پکار کر کہا: مجھے لگتا ہے میں ان لوگوں میں شامل ہوگیا ہوں جنھیں مدینہ نکال باہر کرتا ہے۔ آپ کا اشارہ اس ارشاد نبوی کی طرف تھا: ''مدینہ دھونکنی کی مانند ہے، میل کچیل کو نکال باہر کرتا ہے اور خالص شے کو رکھ لیتا ہے'' (بخاری، رقم ۱۸۸۴)۔ مدینے سے آپ سویدا گئے پھر اپنے چچا زاد بھائیوں کے پاس دمشق چلے گئے۔ فرماتے تھے: مدینے کی برکت سے میں اپنے آپ کو علم سے سرشار سمجھتا تھا۔ اب یوں لگتا ہے، گویا سب کچھ بھول چکا ہوں۔ خلافت ملنے سے پہلے عمر بن عبدالعزیز میں زہد اور خاندانی جاہ ملے جلے نظر آتے ہیں، لیکن جب ان کو خرقۂ خلافت پہنایا گیا، ان کا کروفر جاتا رہا اور دنیا سے بے نیازی اور خشیت الٰہی اس قدر غالب آ گئی کہ ان کی ساری توجہ اسلامی سلطنت کا اندرون اور مسلمانوں کی حالت سدھارنے کی طرف مرکوز ہوگئی۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کے واقعے کی تفصیل اس طرح سے ہے کہ ایک جمعے کے دن اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے سبز ریشمی کپڑے پہنے، آئینہ دیکھا اور کہا: واللہ! میں تو نوجوان بادشاہ ہوں۔ پھر وہ جامع مسجد کو نکلا، جمعہ پڑھایا۔ لوٹا ہی تھا کہ بخار سے پھنکنے لگا۔ رفتہ رفتہ بیماری بڑھی تو اس نے اپنے بیٹے ایوب کو وصیت کا خط تحریر کیا جو اس وقت نابالغ بچہ تھا۔ رجا بن حیوہ کا بیان ہے، ''میں نے کہا: امیر المومنین یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ یہ ان باتوں میں سے ہے جو خلیفہ کو قبر میں بھی یاد دلائی جائیں گی کہ وہ ایک نیک آدمی کو اپنا جانشین مقرر کرے۔'' سلیمان نے جواب دیا، ''اس خط میں میں نے اللہ سے استخارہ کیا ہے، ایک رائے بنائی ہے اور اس کا پختہ ارادہ نہیں کیا۔'' اس نے ایک دو دن انتظار کیا پھر خط پھاڑ دیا اور مجھے بلا کر پوچھا، ''داؤد بن سلیمان کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟'' میں نے کہا ''وہ قسطنطنیہ میں غائب ہے۔ آپ نہیں جانتے، زندہ ہے یا مردہ؟'' سلیمان نے کہا، ''تمھارے

خیال میں کون ہونا چاہیے؟'' میں نے کہا، ''امیر المومنین ! رائے آپ ہی کی ہو گی ۔ میں تو چاہتا ہوں جو قابل ذکر ہیں ان کے بارے میں غور کروں ۔'' تب سلیمان نے کہا، ''عمر بن عبد العزیز کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟'' میں نے کہا، ''میں بخدا انھیں عالم اور اچھے مسلمان کی حیثیت سے جانتا ہوں۔ اس نے کہا، ''تمھارا خیال صحیح ہے، قسم اللہ کی ! اگر میں نے ان کو خلافت سونپی اور عبد الملک بن مروان کے بیٹوں میں سے کسی کو خلیفہ نہ بنایا تو ضرور فتنہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ وہ انھیں ہمیشہ اپنا حکمران نہ رہنے دیں گے الا یہ کہ عمر کے بعد ان میں سے کسی کا تقرر کر جاؤں ۔ چنانچہ میں ان کے بعد یزید بن عبد الملک کو مقرر کرتا ہوں، یہ تقرر بنو امیہ کو مطمئن کر دے گا۔'' سلیمان نے اپنے ہاتھ سے فرمان تحریر کیا، ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ خط اللہ کے بندے سلیمان امیر المومنین کی جانب سے عمر بن عبد العزیز کی طرف ہے۔ میں نے اپنے بعد اس کو والی خلافت مقرر کیا ہے اور اس کے بعد یزید بن عبد الملک کو۔ تم سب اس کی سمع و طاعت کرو ،اللہ سے ڈرو اور اختلاف نہ کرو مبادا دشمنوں کی جانب سے تم پر غلبہ حاصل کرنے کی حرص کی جائے۔'' سلیمان نے خط پر شاہی مہر لگائی اور چیف سیکرٹری کعب بن حامز کو حکم بھیجا کہ شاہی خاندان کے افراد کو جمع کیا جائے۔ وہ اکٹھے ہوئے تو اس نے رجا بن حیوہ سے کہا، ''میرا یہ خط ان کے پاس لے جاؤ اور انھیں میرے تقرر کردہ ولی عہد کی بیعت کرنے کا حکم دو۔'' سب نے سمع وطاعت کا عہد کیا اور امیر المومنین سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب وہ آئے تو سلیمان نے خط کی طرف اشارہ کر کے اس میں درج والی خلافت کی سب سے فرداً فرداً بیعت لی۔ کچھ دیر کے بعد عمر بن عبد العزیز رجا کے پاس آئے اور اپنے اوپر سلیمان بن عبد الملک کی عنایتوں کا ذکر کر کے پوچھا: کہیں یہ ذمہ داری مجھ پر تو نہیں ڈال دی گئی؟ میں ابھی معذرت کر کے چھوٹ جاتا ہوں۔ رجا نے بتانے سے انکار کر دیا۔ ہشام بن عبد الملک نے بھی اسی طرح رجا سے سن گن لینے کی کوشش کی ، یہ الگ بات ہے کہ وہ خود خلیفہ بننے کا خواہش مند تھا۔ رجا بن حیوہ فارغ ہو کر سلیمان کے پاس لوٹے تھے کہ اس نے دم توڑ دیا۔ تاریخ ۲۰ صفر ۹۹ھ (اکتوبر ۷۱۷ء) تھی۔ رجا بن حیوہ نے خاندان بنو امیہ کے افراد کو دوبارہ مسجد میں جمع کیا اور پھر سے خلیفہ سلیمان کے مقرر کردہ جانشین کی بیعت لی۔ بیعت ہو چکی تو انھوں نے بتایا کہ خلیفہ کی وفات ہو چکی ہے اور عمر بن عبد العزیز نامزد خلیفہ ہیں۔ سلیمان نے اپنے بھائیوں ولید اور ہشام پر عمر بن عبد العزیز کو ترجیح دی تھی، ہشام نے شروع میں اپنے بہنوئی اور چچازاد بھائی کے منتخب ہونے پر اعتراض کیا، لیکن پھر اس انتخاب کو مان لیا۔

عمر بن عبد العزیز نے سلیمان کا جنازہ پڑھایا۔ تدفین سے فارغ ہوئے تو گھوڑوں اور خچروں کا لاؤ لشکر انھیں لینے پہنچا۔ انھوں نے پوچھا، ''یہ کیا ہے؟'' بتایا گیا: ''یہ خلیفہ کی سواریاں ہیں۔'' عمر نے کہا: ''میرا خچر ہی

بہترین سواری ہے'' اور اس پر سوار ہو گئے۔ جب قافلۂ خدام شاہی محل کی طرف روانہ ہوا تو عمر نے کہا: ''وہاں ابو ایوب (سلیمان کی کنیت) کے اہل خانہ مقیم ہیں، میرا گھر مجھے کافی ہے۔'' پھر وہ مسجد میں گئے، منبر پر چڑھے اور کہا: ''لوگو! اگر تم مجھے پسند نہیں کرتے تو میں تمھارا حاکم نہیں بنتا۔'' لوگوں نے کہا: ''ہم راضی ہیں۔'' سلام بن سلیم کہتے ہیں: حمد وثنا کے بعد انھوں نے کہا: ''اے لوگو! جس نے ہمارا ساتھ دینا ہے، پانچ باتوں کا دھیان رکھ کر ہمارا ساتھ دے ورنہ ہمارے پاس نہ پھٹکے: ۱۔ وہ اس شخص کی ضرورت ہم تک پہنچائے گا جو خود نہیں پہنچا سکتا۔ ۲۔ اپنی پوری قوت سے نیک کاموں میں ہماری مدد کرے گا۔ ۳۔ جس خیر کا ہمیں پتا نہ چل سکا ہو، اس تک ہماری رہنمائی کرے گا۔ ۴۔ ہمارے پاس رعایا کی چغلی نہ کھائے گا۔ ۵۔ جو اس کے مطلب کی بات نہ ہو، اس کے درپے نہ ہوگا۔''

یہ کھرا وعظ سن کر خوشامدی شاعر اور خطیب تو چھٹ گئے، البتہ عمر بن عبدالعزیز اور فقہا وزاہدین کا ساتھ پختہ ہو گیا۔ چونکہ وہ خود کھرے مسلمان تھے اس لیے انھوں نے عمر کو چھوڑنے کی گنجایش نہ پائی، ہاں ان کے فعل کو ان کے قول پر پرکھنا شروع کر دیا۔ سری بن یحییٰ کی روایت ہے کہ عمر نے کہا: اے لوگو! اپنی آخرت درست کر لو، تمھاری دنیا تمھارے لیے سنور جائے گی۔ اپنی پوشیدہ باتوں کو درست کر لو، تمھارے ظاہری معاملات درست ہو جائیں گے۔ عمرو بن مہاجر کی روایت میں خطبے کا یہ حصہ نقل ہوا ہے: ''اے لوگو! قرآن کے بعد کوئی کتاب آئے گی نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی۔ سنو! میں قاضی نہیں، بلکہ نفاذ کرنے والا ہوں۔ سنو! میں بدعتی نہیں، بلکہ پیروی کرنے والا ہوں۔ ظالم امام سے بھاگنے والا ظالم نہیں۔ آگاہ رہو امام ظالم ہی گناہ گار ہوگا۔ سن لو! خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہ ہوگی۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قلب ماہیت

عمر بن عبدالعزیز نماز جمعہ کے بعد خلیفہ بنے تھے، عصر کی نماز تک ان کی ہیئت بدل چکی تھی۔ انھوں نے گھر سے ابتدا کی، ان کے اہل خانہ نے لوگوں کے جو حقوق غصب کر رکھے تھے، وہ حق داروں کو واپس دلائے۔ دوسروں کی جو اراضی، مال متاع انھیں اپنے پاس نظر آیا، واپس کیا حتیٰ کہ ولید بن عبدالملک کا دیا ہوا انگوٹھی کا نگینہ بھی اتار دیا۔ خلیفہ بننے کے بعد انھوں نے اپنی مملوکہ اشیا غلام، لباس، خوش بوؤں اور سامان تعیش کا جائزہ لیا اور سب فالتو چیزیں بیچ ڈالیں۔ ان سے حاصل ہونے والے ۲۳ ہزار دینار اللہ کی راہ میں دے دیے۔ پھر بیت المال کا جائزہ لیا، حضرت معاویہ کے زمانے سے ان کے خلیفہ بننے تک کی جتنی غصب شدہ اشیا اس میں موجود تھیں، ان کے مالکوں کو واپس کیں۔ جو

اپنا مال غصب ہونے کا دعویٰ کرتا، اس سے قاطع دلیل طلب نہ کرتے محض یہ امکان دیکھ کر کہ غصب ہوا ہوگا، دعویٰ مان لیتے۔ جب وہ محل میں پہنچے تو ان کے لیے وہ قالین بچھایا گیا جس پر سلیمان بیٹھتا تھا انھوں نے اس پر بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ قریش میں سب سے بڑھیا خوش بو لگانے والے، سب سے عمدہ لباس پہننے والے عمر جب خلیفہ ہوئے تو سب سے گھٹیا کپڑے پہننے اور سب سے زیادہ روکھا سوکھا کھانے والے بن گئے۔ ان کی چال تک بدل گئی، خلافت سے پہلے ان کی چال ایک متمول رئیس زادے کی چال تھی، خلافت کے بعد اس شخص کی طرح چلتے جس کی آنکھوں کے آگے موت ناچ رہی ہو۔ حجاج صواف بتاتے ہیں: ''عمر بن عبدالعزیز نے جب وہ مدینہ (اور حجاز) کے گورنر تھے اپنے کپڑے خریدنے کے لیے مجھے بھیجا۔ میں نے ان کے لیے ۴۰۰ درہم مالیت کا کپڑا لیا۔ انھوں نے اس کی قمیص پہنی تو اس کو چھو کر کہا: ''کیا موٹا اور کھردرا کپڑا ہے!'' پھر جب وہ خلیفہ بنے تو اپنے لیے کپڑا منگوایا۔ ۱۴ درہم کا کپڑا آیا تو اسے ہاتھ لگا کر کہا: ''سبحان اللہ! کیا نرم اور باریک کپڑا ہے۔'' یونس بن ابوشبیب کہتے ہیں: ''میں نے خلیفہ بننے سے پہلے عمر بن عبدالعزیز کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا، ان کے ازار بند کی گانٹھ ان کے پیٹ میں دھنسی ہوئی تھی۔ خلیفہ بننے کے بعد دیکھا تو یہ حال تھا کہ بغیر چھوئے ان کی پسلیاں گنی جا سکتی تھیں۔ خلیفہ بننے کے بعد ان کو مشورہ دیا گیا کہ ان کے کھانے کی نگرانی کی جائے، نماز پڑھتے وقت ایک پہرے دار کھڑا ہو اور ان کو طاعون سے دور رکھا جائے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ پہلے خلفا ان امور کا دھیان رکھتے تھے۔ عمر کا جواب تھا: ''ان احتیاطوں کے باوجود ان کا انجام کیا ہوا؟''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عمر بن عبدالعزیز کا عہد خلافت محض ڈھائی سال رہا۔ انھوں نے اپنے فرائض کمال دیانت کے ساتھ سر انجام دیے۔ سادگی اور کفایت شعاری ان کے طرز حکومت کی امتیازی خصوصیت تھی۔ عمر کی توجہ زیادہ تر اسلامی سلطنت کے اندرونی معاملات پر رہی۔ ان کی اولین ترجیح لائق اور دیانت دار عاملوں کا تقرر تھا، چنانچہ انھوں نے خراسان کے عامل یزید بن مہلب کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور اس کی جگہ جراح بن عبداللہ حکمی کا تقرر کیا۔ عمر بن عبدالعزیز وعظ و نصیحت کے ذریعے سے غیر مسلموں کو قبول اسلام کی دعوت دیتے اور ان پر خراج عائد نہ کرتے۔ ان کے مقرر کردہ عامل اسماعیل بن عبداللہ کے دور میں تمام بربروں نے اسلام قبول کر لیا۔ ایک دوسرے عامل عمر بن مسلم باہلی کے کہنے پر سندھ کے راجاؤں نے اسلام قبول کیا، لیکن ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں وہ مرتد ہو گئے۔ جراح بن عبداللہ حکمی کے ہاتھ پر چار ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اموی دور حکومت کی ایک بری رسم خلیفۂ چہارم حضرت علی کو برا بھلا کہنے کی تھی، عمر بن عبدالعزیز نے اسے یکسر منسوخ کر دیا۔ پہلے عمر خوارج کے خلاف کارروائی نہیں کرنا

چاہتے تھے، لیکن جب انھوں نے لوٹ مار کرنا اور فتنہ وفساد پھیلانا شروع کیا تو ان سے قتال کا حکم دیا۔قید ہونے والے خوارج سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ان کی وفات کے وقت ان کے کئی قیدی ان کی تحویل میں تھے۔

خلیفہ بنتے ہی عمر بن عبدالعزیز نے دربان سے کہا: ''قریش کے سرداروں کو میرے پاس لے آؤ۔ پھر ان سے کہا: ''فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، آپ اس کی آمدن وہاں خرچ کرتے جہاں آپ کو اللہ کی طرف سے رہنمائی ہوتی۔ پھر ابوبکر اس کے نگران بنے تو انھوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ان کے بعد عمر اس کے منتظم ہوئے، ان کا عمل بھی یہی تھا۔آخر کار یہ مروان کو دے دیا گیا، اس نے اپنے بھتیجوں کو ہبہ کر دیا جو اس کے وارث نہ تھے، انھی میں سے ایک میں تھا۔ پھر ولید خلیفہ بنا، اس نے اپنا حصہ مجھے ہبہ کر دیا، سلیمان خلیفہ بنا تو اس نے بھی اپنا حصہ مجھے دے دیا۔ یہ میرا مال نہ تھا کہ میں اس سے نفع اٹھاتا، میں نے اسے اس کی جائز جگہ لوٹا دیا ہے۔''مغیرہ کی روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ بننے کے بعد بنو مروان کو اکٹھا کر کے کہا: ''فدک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی جائداد تھا، آپ اسے بنو ہاشم کے بچوں پر خرچ فرماتے، ان کے کنواروں کی شادیاں کرتے۔آپ کی بیٹی فاطمہ نے کہا، یہ مجھے دے دیجیے، آپ نہ مانے۔آپ کی زندگی میں اس کی یہی حیثیت رہی حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ جب ابوبکر خلیفہ بنے تو انھوں نے اس کی آں حضرت والی پوزیشن کو برقرار رکھا پھر وہ وفات پا گئے۔دوسرے خلیفۂ راشد حضرت عمر خلیفہ نے آں حضور اور ابوبکر کا اسوہ اختیار کیا حتیٰ کہ وہ رب کے ہاں چلے گئے۔ پھر یہ مروان کو دے دیا گیا اور عمر بن عبدالعزیز کے پاس آ گیا۔میں سمجھتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام فاطمہ کے لیے منع کیا تھا میرے لیے کرنا جائز نہیں۔میں تم سب کو گواہ بنا کر فیصلہ کرتا ہوں کہ میں نے فدک اسی حالت میں لوٹا دیا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا۔''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں کی حیثیت سے فدک کا نخلستان فاطمہ اور علی کی اولاد کے سپرد کرتا ہوں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بیت المال میں سے پہلا مال جو عمر بن عبدالعزیز نے تقسیم کیا، وہ خان وادۂ رسول کو بھیجا۔ان کے ہر مرد، عورت، بچے اور بڑے کو برابر حصہ ملا۔انھوں نے حسن بصری اور ابن سیرین کے بند کردہ وظیفے جاری کرنے کو کہا، حسن بصری نے وظیفہ قبول کر لیا جب کہ ابن سیرین نے یہ پیش کش قبول کرنے کے لیے بصرہ والوں کے وظیفے جاری کرنے کی شرط رکھی۔عمر بن عبدالعزیز نے جواب لکھا: ''بیت المال اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔'' خارجہ بن زید کا بھی یہی معاملہ ہوا: انھوں نے کہا: ''میں اکیلے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا۔'' وہ مقروض لوگوں کے قرضے قرآن کی الغارمین کے لیے مقرر کردہ مد میں سے اتارتے۔انھوں نے لوگوں کو فدیہ دے کر بھی چھڑایا۔ایک دفعہ ۱۰ رومی دے کر ایک مسلمان

کو چھڑایا۔کوئی امانت یا بیوی کا مہر ادا نہ کرسکتا تو بیت المال سے ادا کرتے۔ وہ بسا اوقات ایک ہی مد میں ساری زکوٰۃ خرچ کر ڈالتے۔ انھوں نے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے عطیات بھی دیے حالانکہ حضرت عمر ان کا حصہ ساقط کر چکے تھے۔ آپ نے حضرت طلحہ کی جائداد بھی واپس کرائی جسے خلیفہ عبدالملک نے ضبط کر لیا تھا۔ عراق کا بیت المال لوگوں کے حقوق نمٹانے میں کھپ گیا چنانچہ عمر نے شام سے مال بھیجا۔ بیت المال عطاؤں میں لٹنا بند ہوا اور مساکین و غربا کو ان کا حق ملنا شروع ہوا تو مانگنے اور لینے والے نہ رہے۔ عبدہ بن ابولبابہ نے سلیمان بن داؤد کو ۵۰۰ درہم فقرا میں تقسیم کرنے کے لیے دیے، وہ ماجشون سے مشورہ کرنے گئے تو انھوں نے کہا: ''میرے علم میں نہیں کہ آج ان میں کوئی محتاج رہا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے انھیں مال دار بنا دیا ہے۔'' عمر بن اسید کہتے ہیں: ''عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد یہ حال تھا کہ کوئی شخص بڑی رقم لے کر ہمارے پاس آتا اور کہتا: ''یہ فقرا میں جس طرح تم مناسب سمجھو بانٹ دو۔'' ہم اسی کوشش میں ہوتے کہ وہ مال کے مستحق لوگوں کو یاد کر کے اپنا مال واپس لے جاتا تب انھیں بھی ڈھونڈ نہ پاتا۔ عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو بے نیاز کر دیا تھا۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

عفت و احتیاط

مسلمانوں کے مال سے اپنا دامن بچانے کے لیے خلافت راشدہ کا احیا کرنے والے عمر کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ بیت المال کے عطر کی خوش بو بھی نہ سونگھتے کہ ان کے نزدیک اس قدر فائدہ اٹھانا بھی حرام تھا۔ وہ بدعت سے دور بھاگتے تھے۔ کسی کو وہ کام نہ کہتے جس سے نماز کی ادائیگی دشوار ہو جائے۔ ایک آدمی عمر بن عبدالعزیز کو گالیاں دے رہا تھا، اسے قید میں ڈال کر آپ سے اس کے قتل کی اجازت طلب کی گئی۔ عمر ثانی نے جواب لکھا: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو گالی دینے والے کو قتل نہ کیا جائے، تم اس آدمی کو گالی دینا چاہو تو دے لو اور چھوڑ دو۔'' ایک دفعہ یہ ہدایت بھیجی: ''میرے لیے خصوصی دعا نہ کی جائے، بلکہ اہل ایمان کے لیے دعا مانگی جائے، اگر میں ان میں سے ہوا تو دعا میں شامل ہو جاؤں گا۔''

معاشی اصلاحات

عمر بن عبدالعزیز نے یمن کے سابق حاکم، حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کی جانب سے عشر میں کیے ہوئے اضافے کو منسوخ کر دیا۔ انھوں نے گزشتہ خلفا کی طرف سے ایلہ اور قبرص کے عیسائیوں کے خراج میں کیا جانے والا

اضافہ بھی واپس لیا۔آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے ایک معاہدہ طے فرمایا تھا جس کی رو سے انھیں ان کے اپنے ملک میں امن وامان سے رہنے کی ضمانت دی گئی تھی اور دو ہزار کپڑوں کے جوڑے (حلے) سالانہ خراج مقرر ہوا تھا۔ان کی طرف سے بعض شرطوں کی خلاف ورزی پر خلیفۂ دوم حضرت عمر نے اس معاہدے کو منسوخ کر دیا اور ان کو یمن منتقل کر دیا۔وہ دو ہزار حلے سالانہ دیتے رہے،خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں دو سو حلوں کی کمی کر دی، کیونکہ کچھ لوگوں کے اسلام قبول کرنے سے اور کچھ کی وفات سے نجرانیوں کی آبادی کم ہو گئی تھی۔عبدالرحمان بن محمد بن اشعث نے حجاج بن یوسف کے خلاف بغاوت کی تو اس نے خراج کے حلوں کی تعداد پھر سے بڑھا کر اٹھارہ سو کر دی،اس کا خیال تھا کہ یہ باغیوں کی مدد کر رہے ہیں۔خلافت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئی تو نجرانیوں نے اپنی تباہ حالی کی شکایت ان سے کی،انھوں نے تخمینہ لگا کر صرف دو سو حلے خراج مقرر کیا۔

عمر بن عبدالعزیز نے نظام مال گزاری کی اصلاح بھی کی۔خلیفۂ ثانی عمر بن خطاب کا وضع کردہ یہ نظام نہایت موزوں تھا،لیکن یہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانے کی ضروریات پوری نہ کرتا تھا۔غیر عرب باج گزار مسلمان ہو جاتے تو خراج سے مستثنیٰ ٹھہرتے۔بہت سے نومسلم اپنے دیہات چھوڑ کر شہروں میں بس گئے،اس طرح کاشت کاری کو نقصان پہنچا۔حجاج نے اس دشواری کو حل کرنے کے لیے مسلمان مالکان اراضی پر بھی خراج عائد کر دیا تھا اور شہروں کو نقل مکانی روک دی تھی،لیکن اس سے عام لوگوں میں ناراضی پیدا ہو گئی تھی۔عمر بن عبدالعزیز نے مسلمانوں پر خراج عائد نہ کرنے کے حکم کی خلاف ورزی نہ کی۔اس کے برعکس انھوں نے قرار دیا کہ ممالک مفتوحہ مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہیں،ان کے ٹکڑے کیے جائیں نہ ذاتی جائداد کے طور پر ان کو بیچا جائے۔۱۰۰ھ (۷۱۸ء) میں انھوں نے مسلمانوں پر خراج عائد ہونے والی اراضی خریدنے کی ممانعت کر دی۔انھوں نے اس قانون کا اطلاق ماضی پر نہ کیا۔ نومسلموں کو انھوں نے شہروں میں آباد ہونے سے نہ روکا،البتہ انھیں اپنے علاقوں کو آباد رکھنے کی ترغیب دی۔ ان کا آخری خطبہ تھا،''اے لوگو! اپنے علاقوں میں رہو۔میں تمھیں تمھارے شہروں میں سب سے زیادہ یاد آؤں گا اور یہاں (دارالخلافہ) رہ کر سب سے زیادہ بھولا رہوں گا۔'' خراج سے متعلق ان کے وضع کردہ قوانین ان کے بعد باقی نہ رہے کیونکہ خراجی زمین کے ناقابل انتقال ہونے کا اصول ہمیشہ برقرار نہ رہ سکتا تھا۔ انھوں نے جنگ خراسان میں حصہ لینے والوں کو تنخواہ دی اور مال گزاری کی ادائیگی سے مستثنیٰ کر دیا۔عمر بن عبدالعزیز نے جیلوں کی اصلاح کے احکام بھی دیے، مجرموں اور مالی معاملات کے قیدیوں کو الگ الگ رکھنے کا حکم دیا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ان کے دور حکومت میں اہم عسکری کارنامے بھی انجام پائے۔ اسلامی فوجیں کوہ البرانس (Pyrenees) عبور کر کے جنوبی فرانس میں داخل ہو گئیں اور بہت مال غنیمت لے کر واپس آئیں۔

خلیفہ ولید نے دمشق میں موجود یوحنا مصبّغ کے کنیسہ باسلق (Basilika) کو منہدم کر کے اس کی اراضی کو جامع اموی میں شامل کر لیا تھا۔ عمر کے خلیفہ بننے کے بعد عیسائیوں نے کنیسہ چھننے کی شکایت کی تو عمر نے اس کے بدلے میں دوسرے کلیسا عیسائیوں کے حوالے کیے جن میں سینٹ ٹامس کا کلیسا بھی شامل تھا۔

عمر بن عبدالعزیز کے اپنے عاملوں کو خطوط کسی کا حق واپس کرنے، کسی سنت کا احیا کرنے، بدعت کا قلع قمع کرنے، سخاوت یا نیکی کی تلقین پر مبنی ہوتے۔ انھوں نے عدی بن عدی کو خط لکھا، ''اسلام کی کچھ سنتیں، قوانین اور فرائض ہیں۔ جس نے انھیں مکمل کر لیا، اس نے ایمان کی تکمیل کر لی۔ جس نے ان کو مکمل نہ کیا، اس نے ایمان کی تکمیل نہ کی۔ اگر میں زندہ رہا، تمھیں وضاحت سے بتاؤں گا تاکہ تم ان پر عمل کرو۔ اور اگر میں مر گیا تو مجھے تمھاری صحبت کی حرص نہیں۔'' ایک بار لکھا، ''میرا یہ نفس شوقین مزاج ہے۔ اسے دنیا میں کوئی چیز بھی ملی تو اس نے اس سے بہتر کی خواہش کی۔ جب وہ کچھ مل گیا جس سے بہتر دنیا میں کچھ نہیں تو نفس نے اس سے بہتر کی خواہش کی۔'' سعید بن عامر کا کہنا ہے، ''اس کا مطلب ہے، ''جنت خلافت سے بہتر ہے۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تقویٰ

عمر بن عبدالعزیز پر خوف خدا اور تقویٰ غالب تھا، انھیں ہر دم اپنے رب کے حضور پیش ہونے کا احساس رہتا تھا۔ ان کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک نے کہا، ''عمر سے بڑھ کر اپنے رب سے ترساں شخص میں نے نہیں دیکھا، عشا کی نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں لیٹے رہتے، دعائیں مانگتے اور آہ وزاری کرتے حتیٰ کہ نیند کا غلبہ ہو جاتا، بیدار ہوتے تو پکارتے اور گریہ کرتے حتیٰ کہ پھر سو جاتے، اسی طرح صبح ہو جاتی۔'' ایک بار مسور کھانے سے ان کے پیٹ میں درد ہوا تو کہا، ''میرا پیٹ گناہوں میں ملوث ہو گیا ہے۔'' خلیفہ بننے سے اپنی وفات تک انھوں نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور بیت المال سے ایک پائی بھی نہیں لی۔ ان کے پاس ایک ہی چادر تھی جسے جمعے کے دن دھوتے اور کچھ زعفران لگا لیتے۔ خلافت کے بعد ان کے کپڑوں عمامہ، قمیص، قبا، موزوں اور چادر سب کی کل مالیت ۱۲ درہم لگائی گئی۔ جب عوام کے کام کی خاطر رات جاگتے تو بیت المال کا چراغ جلاتے اور جب رات کو اپنا ذاتی کام کرتے تو ذاتی چراغ جلاتے۔ ایک رات کام کرتے ان کا چراغ ٹمٹمانے لگا تو اسے درست کرنے اٹھے۔ کہا گیا، ''اے

امیر المومنین! ہم یہ کام کرنے کے لیے کافی ہیں۔'' ان کا جواب تھا، ''جب میں یہ کام کرنے اٹھا تھا تو بھی عمر تھا اور اب بیٹھا ہوں تو بھی عمر ہوں۔'' ان کا غلام کہنے لگا، ''میرے اور آپ کے علاوہ تمام لوگ خیریت سے ہیں۔'' تو اسے آزاد کر دیا۔ عمر کی اہلیہ کے پاس ایک قیمتی پتھر تھا۔ عمر نے پوچھا، ''یہ تمھارے پاس کہاں سے آیا ہے؟ انھوں نے کہا، ''یہ مجھے امیر المومنین عبدالملک بن مروان نے دیا ہے۔'' آپ نے کہا، ''اسے بیت المال واپس کر دو یا مجھے اپنے آپ سے الگ ہونے کی اجازت دے دو کیونکہ میں، تم اور یہ پتھر ایک گھر میں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔'' اہلیہ فاطمہ بنت عبدالملک نے جواب دیا، ''میں آپ کو ان جیسے کئی جواہرات پر ترجیح دیتی ہوں اگر میرے پاس ہوں۔'' جب عمر کی وفات کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ بنا تو اس نے یہ پتھر اپنی بہن کو واپس دینے کی پیش کش کی، لیکن انھوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ دمشق کی مسجد میں کھڑے ہو کر انھوں نے بلند آواز سے کہا، ''اللہ کی معصیت کرنے میں ہماری بات نہ مانی جائے۔'' ایک بار وعظ میں فرمایا، ''اللہ کا تقویٰ ہر چیز کا بدل بن جاتا ہے، لیکن اس کا کوئی بدل نہیں۔'' خلافت ملنے کے بعد ان کا زہد نکھر گیا تھا، ہر دم لوگوں کو آخرت کی یاد دلاتے۔ میمون بن مہران نے عمر سے کہا، ''رات کا پہلا حصہ آپ لوگوں کی ضروریات میں لگے رہتے ہیں، درمیاں رات میں اپنے ہم نشینوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور آخری رات میں اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کام میں مشغول رہتے ہیں۔'' ان کی مراد تہجد کی مصروفیت تھی۔ آپ کہا کرتے تھے، ''اللہ کا تقویٰ محض دن کے روزے اور رات کی تہجد نہیں، بلکہ اللہ کا تقویٰ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو چھوڑنا اور فرض ٹھہرائی چیزوں کو ادا کرنا ہے۔ ان کے بعد جسے خیر کی توفیق ملی، یہ خیر کا خیر سے مل جانا ہے۔'' علی بن بذیمہ کہتے ہیں، ''میں نے عمر بن عبدالعزیز کو مدینے میں دیکھا، وہ بہترین لباس پہنے اور عمدہ خوش بو لگائے ہوئے تھے، سب سے زیادہ کڑی چال رکھتے تھے پھر میں نے (ان کے دور خلافت میں) انھیں دیکھا کہ راہبوں کی طرح عاجزانہ چال چل رہے تھے۔ ایک آدمی نے سعید بن مسیّب سے پوچھا، ''ابو محمد! مہدی کون ہے؟'' انھوں نے کہا، ''کیا تو مروان کے گھر گیا ہے؟'' اس نے کہا، ''نہیں۔'' سعید نے کہا، ''تب تو مروان کے گھر جا، مہدی دیکھ لے گا۔'' تبھی عمر بن عبدالعزیز نے عام لوگوں کو اپنے پاس بلایا۔ وہ آدمی بھی گیا، اس نے دیکھا، خلیفہ بیٹھا ہے اور لوگ اکٹھے ہوئے ہیں۔ وہ واپس سعید بن مسیّب کے پاس آیا اور کہا، ''اے ابو محمد! میں مروان کے گھر گیا ہوں۔ میں نے کسی کو یہ کہتے نہیں سنا، ''یہ مہدی ہے۔'' انھوں نے پوچھا، ''کیا تو نے پیشانی کے گھاؤ والے عمر بن عبدالعزیز کو تخت پر بیٹھے دیکھا ہے؟'' اس نے کہا، ''ہاں۔'' سعید نے کہا، ''وہی تو مہدی ہیں۔'' محمد بن علی کہتے ہیں، ''نبی ہم (بنو ہاشم) میں سے تھے اور مہدی (عمر بن عبدالعزیز) بنو عبد شمس میں سے ہے۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عمر سے استفادہ کرنے والے

عمر بن عبدالعزیز سے حدیث روایت کرنے والوں میں یہ اصحاب شامل ہیں: ابراہیم بن ابوعبلہ، ابراہیم بن یزید، اسماعیل بن ابوحکیم، ایوب سختیانی، تمام بن نجیح، توبہ عنبری، ثروان (ان کے آزاد کردہ غلام)، حکم بن عمر رعینی، حمید طویل، رجا بن حیوہ، رزیق بن حیان، روح بن جناح، زبان بن عبدالعزیز (ان کے بھائی)، زیاد بن حبیب، سلیمان بن داؤد، ابوواقد لیثی، صخر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز، عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز (ان کے دو بیٹے)، عبداللہ بن علا، عبداللہ بن محمد، عبدالملک بن طفیل، عثمان بن داؤد خولانی، عمر بن عبدالملک، عمرو بن عامر بجلی، عمرو بن مہاجر، عمیر بن ہانی، عنبسہ بن سعید، عیسیٰ بن ابوعطا، غیلان بن انس، لیث بن ابورقیہ، مالک بن زیاد، محمد بن زبیر، محمد بن ابوسوید ثقفی، محمد بن قیس، محمد بن مسلم زہری، محمد بن منکدر، مروان بن جناح، مسلمہ بن عبداللہ، مسلمہ بن عبدالملک بن مروان (عمر کے چچا زاد)، نضر بن عربی، نعیم بن عبداللہ، نوفل بن فرات، ہلال ابوطعمہ، ولید بن ہشام معیطی، یحییٰ بن سعید، یزید بن عبدالرحمان، یعقوب بن عتبہ، ابوبکر بن محمد، ابوسلمہ بن عبدالرحمان (جو ان کے استاد بھی ہیں) اور ابوصلت۔

ابن سعد نے عمر بن عبدالعزیز کو تابعین مدینہ کے تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

خصائل ذاتی

عمر بن عبدالعزیز کا رنگ گندمی تھا، چہرہ دبلا اور خوب صورت تھا، جسم کم زور تھا اور آنکھیں گہری تھیں، وقت سے پہلے بوڑھا ہونے کی وجہ سے بال کھچڑی ہو چکے تھے۔ مونچھیں بہت چھوٹی نہ کرتے۔ خوش بو لگا لیتے تھے۔ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے۔ داؤد بن ابوہند کہتے ہیں، ''عمر بن عبدالعزیز مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو ایک آدمی نے کہا، فاسق حکمران مروان بن حکم نے اپنا یہ بیٹا ہمارے پاس بھیج دیا ہے، سنتوں اور وراثت کا علم سیکھ رہا ہے اور سمجھتا ہے کہ مرنے سے پہلے خلیفہ ضرور بنے گا اور عمر بن خطاب کی سیرت پر ڈھل جائے گا۔ بخدا ان کی وفات سے پہلے ہم نے یہ سب باتیں پوری ہوتی دیکھ لیں۔'' انھیں علما کا معلم کہا جاتا ہے۔ محمد بن علی کہتے ہیں، ''ہر قوم کا ایک عزت مند سردار ہوتا ہے، بنوامیہ کے سردار عمر بن عبدالعزیز ہیں۔'' ان کے خاص معتمدین میں میمون بن مہران، رجا بن حیوہ اور ریاح بن عبیدہ کندی تھے۔ ان کے بعد عمرو بن قیس، عون بن عبداللہ بن عتبہ اور محمد بن زبیر حنظلی کے نام آتے ہیں۔ ہر وقت مصحف کا مطالعہ جاری رکھتے۔

جب نماز قصر نہ کرتے تو جمعہ ضرور پڑھاتے۔ابومحلی کی تلوار پر لگی چاندی اتروا کر لوہا لگوایا۔مسلمان ہونے والے ذمی سے جزیہ لینے کی سخت مخالفت کرتے۔جو مسلمان دشمنوں کے علاقے میں چوری کر کے آتا،اسے بھی ہاتھ کاٹنے کی سزا دیتے۔انھوں نے حربی زمین میں کیے جانے والے جرائم میں شراب پینے اور قذف کی حدیں بھی جاری کیں۔اخلاقی مجرموں کو بیڑیاں پہنانے کو کہتے۔رفع یدین کرتے،سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھتے،خطبۂ جمعہ بلند آواز سے پڑھتے۔خود عالم اور مجتہد تھے،اکثر لوگوں کو مسائل سمجھاتے۔عمر بن عبدالعزیز ایام حج میں مکہ کے گھروں کو کرایے پر اٹھانے سے منع کرتے تھے۔آپ نے ایک ذمی کے حق میں شفعے کا فیصلہ کیا۔

پانچویں خلیفۂ راشد نے قاضی کے منصب کا اہل ہونے کے لیے پانچ شرطیں تجویز کیں:۱۔وہ ذہین اور سمجھ دار ہو۔۲۔بردبار ہو۔۳۔پاک دامن ہو۔۴۔دباؤ برداشت کر سکتا ہو۔۵۔عالم ہو سوالات کا سامنا کر سکتا ہو۔

دوسری روایت میں ۱۔اور ۴۔کی جگہ یہ دو شرطیں ہیں؛اہل رائے سے مشورہ کرتا ہو،لوگوں کی ملامت سے بے نیاز ہو۔عمر بن عبدالعزیز حدود اللہ کے علاوہ ۳۰ دروں سے زیادہ سزا دینے سے منع کرتے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وفات

عمر بن عبدالعزیز نے ۲۹ مہینے(دو سال پانچ ماہ پندرہ دن)حکومت کی،حضرت ابوبکر صدیق کا دور خلافت بھی اتنے عرصے کو محیط ہے۔۲۰ دن بیمار رہ کر ۲۰ رجب ۱۰۱ھ(فروری ۷۲۰ء)میں ۳۹ سال ۵ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے اور حلب کے قریب دیر سمعان میں دفن ہوئے۔ان کی بیوی سے پوچھا گیا:''آپ کے خیال میں عمر بن عبدالعزیز کا مرض الموت کیسے شروع ہوا؟انھوں نے کہا:''میرے خیال میں خوف(آخرت)اس کی ابتدا تھی۔ان کے طبیب سے ان کے پیشاب کے بارے میں پوچھا گیا تو ان کا جواب تھا:''ان کے پیشاب کو کچھ نہیں ہوا،یہ تو محض لوگوں کے معاملات کا فکر ہے۔''ایک مصنف نے لکھا ہے،انھیں خشیت الٰہی نے مار ڈالا۔اپنی قبر کی جگہ وفات سے دس دن پہلے انھوں نے خود ۱۰ دینار میں خریدی۔انھوں نے اپنے جانشین یزید بن عبدالملک کو خط لکھا:''السلام علیکم!میں اپنی وجہ ہی سے اپنے آپ کو اس حالت میں پاتا ہوں۔خلافت لامحالہ تمھیں ہی ملے گی۔امت محمدی کے بارے میں اللہ سے ڈرنا۔مبادا دنیا میں وہ لوگ چھوڑ جاؤ جو تمھیں اچھا نہ سمجھیں اور تمھاری مجبوریاں نہ سمجھیں۔''عمر بن عبدالعزیز کی وصیت تھی:''انھیں پانچ سوتی کپڑوں کا کفن پہنایا جائے۔''اپنے اہل خانہ کو بھی وہ یہی کفن پہنایا کرتے تھے۔انھوں

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال اور ناخن منگوائے اوران کو بھی کفن میں رکھنے کی وصیت کی۔کفن کوخوش بو لگانے سے منع کیا۔مرنے سے پہلے یہ آیت تلاوت کی:'تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا في الارض و لا فساداً و العاقبة للمتقين '(قصص ۲۸:۸۳)''یہ آخرت والا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں سرکشی کرنا چاہتے ہیں نہ فساد اور اچھا انجام متقیوں ہی کا ہوگا۔'' یہ دعا بھی مانگی،''اے اللہ!ان گھر والوں سے میری موت مخفی رکھنا، چاہے دن کی کوئی گھڑی ہی ہو۔'' رجا بن حیوہ کو غسل دینے،کفن پہنانے اور قبر میں اترنے کی تلقین کی۔قبر کو گہرا کرنے سے منع کیا۔وفات کے وقت عمر بن عبدالعزیز نے کہا،''اگر مجھے خلیفہ بنانے کا ذرا بھی اختیار ہوتا تو قاسم بن محمد بن ابوبکر کے علاوہ کسی کو نہ بناتا۔اس ضمن میں انھوں نے اسماعیل بن عمرو بن سعید بن عاص کا نام بھی لیا۔

عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد فقہا تعزیت کرنے کے لیےان کی بیوہ کے پاس آئے اوران کی گھریلو زندگی کے بارے میں پوچھا۔انھوں نے بتایا،''عمر کثرت سے نفلی نمازیں پڑھتے نہ روزے رکھتے،لیکن بخدا میں نے ان سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔بستر پر لیٹے لیٹے انھیں رب کا کوئی حکم یاد آجاتا تو اس طرح پھڑ پھڑاتے جیسے پانی میں گرنے والا پرندہ پھڑ پھڑاتا ہے۔پھر ان کی گھگی بندھ جاتی اور بلند آواز سے رونا شروع کر دیتے۔کاش ہمارے اوراس خلافت کے بیچ بعد المشرقین ہوتا۔ بخدا جب سے ہم اس میں مبتلا ہوئے،خوشی نہ دیکھی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ہیثم بن عدی نے سن وفات ۱۰۲ھ بتایا۔ان کے چچازاد یزید بن عبدالملک ان کے جانشین ہوئے۔بنوعباس کے اقتدار میں آنے کے بعد اموی خلفا کی قبروں کی بے حرمتی کی گئی تو ان کی قبر کو ہاتھ بھی نہ لگایا گیا۔عباسی دور کے مورخین دوسرے اموی حکمرانوں کے برعکس ان کی مذمت نہیں کرتے۔

کچھ اہل تاریخ کا خیال ہے کہ عمر بن عبدالعزیز ایک خیالی نصب العین پر چلتے رہے۔جو تخریبی قوتیں بنوامیہ کے زوال کا باعث بنیں ان کی دینی حمیت اور انصاف پسندی کی وجہ سے وقتی طور پر رک گئیں۔ان کی وفات کے بعد یہ پھر سے سرگرم ہوگئیں۔

مصادر مضمون: طبقات ابن سعد،تہذیب الکمال (مزی)،اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (دانش گاہ پنجاب)۔